JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 01, January – Jun 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

شریعہ میں نظام قضاء اور عادلانہ حق سماعت: تجزیاتی مطالعہ

An Analytical study of Right to Fair Trial & judiciary in Shariah Perspective

Dr Ayesha Jadoon*
Lecturer at Dept. of Islamic Studies, NUML, Islamabad
Dr Sadna Zeb**
Lecturer at Dept. of Arabic and Islamic Studies, Women University, Swabi

ABSTRACT

There is clear guidance in Islam regarding justice. In addition to the principles regarding the appointment of a judge, there are details about the decision in the shariah and the rights of the parties, the Judiciary Council, the etiquette and testimony of the judges as well as the scribes and staff of the court. The term Fair Trial is very important in the judiciary. This is the right that lays the groundwork for the provision of various kinds of guarantees for the accused. Although this specific term is not used in Islamic jurisprudence, the guarantees that the accused get from it are part of the jurisprudence system in Shariah such as telling the accused about his crime, public hearing, facility of translator in case of unfamiliarity with the language of the court, examination of witnesses, right of appeal etc. This article appraises the Analytical study of Right to Fair Trial & judiciary in Shariah Perspective specifically appointment of judge and decision-making capacity and etiquettes.

Keywords: *Right to fair trial, judiciary, shariah, accused*

تعارف

اسلام میں عدل گستری کے حوالے سے واضح راہنمائی موجود ہے۔ قاضی کی تقرری اور اس کی تعیناتی کے حوالے سے اصولوں کے علاوہ شریعت مطہرہ میں فیصلہ کی بابت تفصیلات اور فریقین کے حقوق، مجلس قضاء، آداب قضاء اور گواہی نیز کاتب اور عملہ عدالت کے حوالے سے مفصل مباحث موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعہ میں اس فریضہ کی بجاآوری کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔ عادلانہ حق سماعت کی اصطلاح نظام قضاء میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ یہ ایسا حق ہے جو ملزم کے لیے مختلف طرح کی ضمانتوں کی فراہمی کی بنیادیں دیتا ہے۔ اسلامی نظام قضاء میں اگرچہ یہ مخصوص اصطلاح تو استعمال نہیں ہوتی لیکن اس سے جو ضمانتیں ملزم کو حاصل ہوتی ہیں شریعہ میں نظام قضاء کا وہ حصہ ہیں جیسے غیر جانبدار عدالت کا قیام، ملزم کو اس کے جرم کی بابت بتانا، اعلانیہ سماعت، عدالتی زبان سے ناآشنا ہونے کی صورت میں مترجم کی سہولت، گواہوں کی جانچ پڑتال، اپیل کا حق وغیرہ۔

CC BY

قرآن کا تصور نظام قضا

عدل وانصاف کے قیام کا فریضہ پہلی شرائع میں بھی موجود تھا۔انبیاء کی بعثت کا مقصد عدل کا قیام تھا۔انبیاء کرام کو اللہ رب العزت نے جہاں لوگوں کی تعلیم و اصلاح کی ذمہ داری سونپی وہیں لوگوں کے مابین تنازعات کا تصفیہ عدل و انصاف کے معیار کے مطابق کرنے کا بھی حکم صادر فرمایا"رسول اللہ ﷺ کے لیے ارشاد ربانی ہے:وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللّهُ[1] (پس آپ ان کے مابین اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کیجئے۔)حضرت داوٗد علیہ السلام کے لیے بھی اسی طرح کے احکامات ملتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ[2] (ترجمہ:اے داود بے شک ہم نے آپ کو زمین میں جانشین بنایا ہے پس آپ لوگوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش نفس کی پیروی نہ کیجئے ورنہ آپ راہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔)

اللہ نے تورات وانجیل نازل کر کے ان کے مطابق یہود و نصاریٰ کو فیصلوں کا حکم دیا،(إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ)[3]۔'بے شک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے۔'وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فِيهِ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ)[4]'اور اہل انجیل کو چاہیے کہ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کریں اور جو اللہ کے حکم کے موافق فیصلہ نہ کرے پس یہی لوگ گنہگار ہیں"۔

نظام قضاء سے مراد وہ نظام ہے جسکے ذریعے انسانوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے موافق کیا جائے۔[5]شرعاقضاء کو قائم کرنا فرض کفایہ ہے۔[6]اور اس کی فرضیت پر اجماع امت ہے۔[7]منزل من اللہ قانون کے ذریعے فیصلہ انبیاء علماء کا شعار ہے ارشاد ربانی ہے (اِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُواْ مِن كِتَابِ اللّهِ وَكَانُواْ عَلَيْهِ شُهَدَاء فَلاَ تَخْشَوُاْ النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلاً وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ[8]۔("بیشک ہم نے تورات کو اتارا جس میں ہدایت اور نور ہے جس کے مطابق انبیاء جو اللہ کے حکم بردار تھے حکم کرتے تھے یہود کو اور اہل اللہ کو اور علماء کو بوجہ اس کے وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور وہ اس پر گواہ تھے سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے پس یہی لوگ انکار کرنے والے ہیں۔")اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو منزل من اللہ قانون کے مطابق فیصلوں کا حکم دیا گیا۔جیسے ارشاد ربانی ہے،إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّهُ[9]("اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے حق کے ساتھ وہ سابقہ کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے،اور اس کے مضامین پر نگہبان ہے،لہذا آپ ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اس کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشات پر نہ چلیں اس چیز کو چھوڑ کر جو حق ہے"۔)

اسی طرح رشتہ داروں کے معاملے میں انصاف کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے اللہ کا ارشاد ہے(وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُواْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَبِعَهْدِ اللّهِ أَوْفُواْ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ)[10]

"اور جب بات کرو تو عدل کا التزام کرو اگرچہ تمھارے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ کا وعدہ پورا کرو اسی کی تمھیں وصیت کی جاتی ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو"۔مالی معاملات میں صفائی کے لیے بھی قرآن میں بہت سی ہدایات دی گئی ہیں۔جن میں سے سورۃ البقرۃ میں کہا گیا ہے کہ قرض کے لین دین کے وقت لکھت پڑھت کی جائے اور یہ کام کوئی عادل کاتب کرے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ[11] (اے ایمان والو جب تم قرض کا لین دین کرو ایک مقررہ مدت کے لیے تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تمھارے درمیان ایک لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ لیا کرے۔)اسی طرح صلح وصفائی کے معاملات میں بھی عدل کا حکم دیا گیا ہے۔جیسا کہ سورۃ حم السجدۃ میں ہے: فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[12] (پس ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرتے رہو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔) قرآن کریم میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ،اس کے رسول اور اولی الامر لوگوں کی اطاعت کریں اور باہمی تنازعات کو اللہ اور رسول کی جانب لوٹائیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللَّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً"[13]

("اے ایمان والو اللہ اور رسول اور اولی الامر کا حکم مانو پس اگر کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔یہ اچھی بات اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے"۔)

قرآن کی عادلانہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کو ظلم قرار دیا گیا ہے۔سورۃ المائدۃ میں ہے: وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللَّهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[14]۔("جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا پس یہی لوگ ظالم ہیں"۔)

قرآن کی رو سے عدل کے اطلاقات

عدل چونکہ وسیع المعنیٰ اصطلاح ہے جس کا مطلب توازن مساوات،تناسب اور افراط و تفریط سے اجتناب ہے تو معلوم ہوا کہ سیرت و کردار کی تعمیر میں یہ مرکزی حیثیت کی حامل صفت ہے۔اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس صفت کی ضرورت ہے۔زندگی کے تمام امور میں اس صفت کو ملحوظ رکھنے کے لیے واضح ارشاد موجود ہے۔إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ[15] (بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتے ہیں) انفرادی،اجتماعی،عائلی،معاشرتی،معاشی سیاسی،قانونی،روحانی غرض زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے قیام کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلاَّ تَعُولُواْ[16] "اور اگر تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ یتیموں کے معاملہ میں انصاف نا کر سکو گے تو نکاح کرو جو تمھیں پسند ہوں عورتوں میں سے دو دو تین اور چار چار پس اگر تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کر پاؤ گے تو ایک ہی کافی ہے یا تمھاری باندیاں ہیں۔یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم ناانصافی نہ کرو۔" وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُواْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُواْ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[17] "اور جب بات کرو تو عدل کا التزام کرو اگرچہ تمھارے رشتہ دار ہی کیوں نہ

ہوں اور اللہ کا وعدہ پورا کرو اسی کی تمھیں وصیت کی جاتی ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ[18] "اے ایمان والو جب تم قرض کا لین دین کرو ایک مقررہ مدت کے لیے تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تمھارے درمیان ایک لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ لیا کرے"۔فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[19]'پس ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرتے رہو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'۔

آپ ﷺ حکم الہی کے بموٗجب مقدمات کا فیصلہ فرماتے تھے۔ابن قیم نے اپنی کتاب زاد المیعاد کی تیسری جلد میں ایک فصل رسول اللہ کے فیصلوں اور احکام کی بابت لکھی ہے۔[20] اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی قوم مسلمان ہوتی تو وہاں کسی شخص کو بھیج دیتے جو ان کو شریعت کی تعلیم دیتا اور ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتا تھا۔[21]حضرت عمر نے حضرت موسی اشعری کو جو خط لکھا تھا اس میں کہا: القضاء فریضۃ محکمۃ یعنی یہ ایسا فریضہ ہے جس میں نسخ کا کوئی احتمال نہیں ہے۔[22] قضاء جھگڑوں کا فیصلہ اور تنازعات کے ختم کرنے کا نام ہے۔[23] جبکہ مدخل میں آتا ہے کہ قضاء کا مطلب ہے خالق کے اوامر اور اسکے احکامات جو کتاب و سنت کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں مخلوقات پر نافذ کرنے کے لیے خالق اور مخلوق کے مابین واسطہ بننا۔[24] قاضی کے کام کی بنیاد حجت و دلیل پر ہوتی ہے۔حجت سے مراد یہ ہے کہ درست صورت حال میں تحقیق کے لیے ان دلائل کو ذریعہ بنایا جاتا ہے جن کو شریعت نے کسی چیز کے ثبوت کے لیے مقرر کیا۔جیسے اقرار دعویٰ،بینہ،یمین وغیرہ یہ ذرائع حجت کہلاتے ہیں۔جبکہ حکم شرعی کی تخریج کے لیے کتاب و سنت،اجماع اور قیاس اور دیگر قواعد سے جو کام لیا جاتا ہے اس کو دلیل کہتے ہیں۔حجت و دلیل کو اصطلاحا "مدرک" کہتے ہیں۔[25] اور مدارک میں اختلاف رائے بھی ہو سکتا ہے جیسے استحسان،استصلاح وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو ایک امام کے ہاں تو دلیل بنتی ہیں لیکن دوسرے کے ہاں نہیں۔محکمہ قضاء وہ محکمہ ہے جس کے ذریعے سے خالق کی شریعت کو مخلوق پر نافذ کیا جاتا ہے۔یہ مصالح مسلمین کا وہ شعبہ ہے جو مسلم آبادی کے لیے ناگزیر ہے۔

شریعہ میں قاضی کے تقرر کی بنیادی اہلیت

قاضی کے تقرر کے لیے فقہاء کرام نے کئی شرائط بیان کی ہیں۔ان میں بنیادی شرط یہ ہے کہ ایسے شخص کو قاضی مقرر کیا جائے جو عہدہ قضا کا طالب اور خواہش مند نہ ہو۔اس بنیادی شرط کے علاوہ قاضی کے منصب پر تعیناتی کے لیے فقہاء نے جو شرائط اہلیت ذکر کی ہیں ان پر ذیل کی سطور میں روشنی ڈالی جائے گی۔

1۔علم کی شرط

قاضی کے لیے جہاں جسمانی عیوب سے پاک ہونا شرط ہے وہیں پر دیگر خصوصیات کا پایا جانا بھی ضروری ہے جیسے قاضی کی تقرری میں اس امر کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ صاحب علم و فضل ہو، حلال و حرام کے علاوہ دیگر احکام پر بھی گہری نگاہ رکھتا ہو۔کیونکہ جاہل شخص کا اس عہدہ پر فائز ہونا صلاح کی نسبت زیادہ فساد کا سبب بن سکتا ہے۔[26] اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔شوافع کے نزدیک ایسے شخص کی خصوصیات میں سے نہ صرف عالم ہونا ضروری

ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ مجتہد بھی ہو اور ان اصولوں کا علم بھی رکھتا ہو جن کے ذریعے احکامات کا استنباط کیا جاتا ہے۔علاوہ ازیں ان جزئی احکامات کا بھی علم رکھتا ہو جن پر امت کا اجماع ہے یا اختلاف رائے۔ تاکہ اجماعی مسائل میں ان کے مطابق چلے اور جو اختلافی مسائل ہوں ان میں اجتہاد کر سکے۔ قاضی کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا'ہم ایسے شخص کو حاکم اور قاضی نہیں بناتے جو عہدے کا طلبگار ہو یا اس کا لالچ رکھے'[27] ایک اور حدیث میں آتا ہے۔'جو شخص قاضی بنایا گیا لوگوں کے مابین فیصلہ کرنے والا مقرر کیا گیا تحقیق وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا'۔[28] زبانی یا خط وکتابت کے ذریعے سے تقرری کا انعقاد کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس عہدہ کا تقرر کنایات کے الفاظ سے بھی ہوتا ہے۔جس کے لیے قرینہ کا ہونا لازمی ہے ۔قرینہ سے الفاظ کنایات بھی صریح کا حکم رکھیں گے۔اسی طرح تقرر کرنے والا پہلے سے جانتا ہو کہ اس شخص میں اس عہدے کے لیے تمام شرائط موجود ہیں تو تقرری درست ہو گی ورنہ نہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں عہدہ قضاء پر تعیناتی کے مرحلہ میں بھی نہایت چھان بین اور باریک بینی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔کیونکہ قاضی کی تعیناتی قضاء کے دیگر مراحل کا دیباچہ ہے۔

اسی طرح اس کی تقرری کے بعد اس کی ذمہ داریوں کے حوالہ سے بھی فقہ میں بہت سی تفصیلات ملتی ہیں کہ قاضی کن کن امور میں فیصلہ کر سکتا ہے ۔اسی طرح قاضی کے لیے اپنے اصول و فروع کے حق میں فیصلہ دینا درست نہیں ہے کیونکہ اسمیں تہمت کا الزام موجود ہے۔البتہ انکے خلاف فیصلہ کر سکتا ہے۔اور دشمن کے حق میں تو گواہی معتبر ہو گی لیکن اس کے خلاف نہیں ہو گی۔ قاضی کو مقرر کرنے سے پہلے یہ اطمینان اور چھان بین کرنی ضروری ہوتی ہے کہ جس شخص کو قاضی مقرر کیا جا رہا ہے اس میں تمام شرائط پائی جاتی ہوں۔[29] اگر کسی شخص کے بارے میں عام طور پر شہرت ہو کہ وہ قضاء کے عہدے کا اہل ہے تو پھر اس کے بارے میں گواہی کی ضرورت نہیں ورنہ دو باخبر،عادل آدمیوں کی گواہی لی جانی چاہیے تاکہ یہ امر واضح ہو کہ متعلقہ شخص میں قضاء کی شرائط موجود ہیں۔امتحان دونوں صورتوں میں لینا بہتر ہے۔اگر دو عادل اور باخبر لوگوں کی شہادت نہیں لی گئی تو اس صورت میں امتحان لینا واجب ہو گا۔اسکی مثال خود عہد نبوی ﷺ میں ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن کا قاضی مقرر کر کے روانہ کیا تو چند سوالات ان سے کیے اور ان کے جواب پر مطمئن ہوئے۔

فقہاء احناف قاضی کی تقرری کے لیے علم اور اجتہاد کی شرط کو نہیں مانتے لیکن "شرط کمال" مانتے ہیں یعنی ان کے نزدیک مستحب ہے کہ وہ حلال و حرام اور دیگر احکامات کا علم رکھتا ہو۔اور یہ فضیلت و کمال کی شرط ہے کہ قاضی ان تمام علوم و احکامات سے واقف ہو اور ان چیزوں کے علم میں اجتہاد کی حد تک پہنچ جائے۔[30] کتاب و سنت کا علم یہ ہے کہ احکامات سے متعلق آیات اور احادیث کا علم رکھتا ہو۔[31] قاضی کے لیے حدیث،اقوال صحابہ اور فقہ کا مضبوط علم ہونا ضروری ہے۔نیز عربی زبان اس کے محاورات کا علم بھی ضروری ہے کیونکہ اسلامی قانون کا منبع عربی زبان ہے۔علاوہ ازیں جس علاقے کے لیے قاضی کو مقرر کیا جائے وہاں کی زبان و محاورات جاننا بھی ضروری ہے تاکہ فریقین کے دعویٰ،شہادت اور اقرار کو سن کر درست فیصلہ کر سکے ۔اور قاضی میں یہ صفت بھی ہونی چاہیے کہ شریعت کے اصول مشاورت پر عمل پیرا ہو۔کیونکہ اپنی علمی قابلیت کے باوجود اصحاب علم و فضل سے پیچیدہ مسائل میں مشاورت اور گفتگو حق تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ کتب میں جو اسلاف کے اقوال مذکور ہیں

ان معاصرین اہل علم و فضل کیطرف رجوع و مشاورت بھی صحیح علم کے حصول کا سبب ہے۔ جہاں تک قاضی کے عادل ہونے کا تعلق ہے تو اگر چہ قضاء کے لیے شرط کمال ہے لیکن امیر کو چاہیے کہ فاسق کو اس عہدے پر مقرر نہ کرے اس مسئلہ میں امام اعظم کے نزدیک عدالت قاضی کے لیے اہلیت کی شرط نہیں لیکن شرط کمال ضرور ہے جبکہ امام شافعی اس کو صحت ولایت کی شرط قرار دیتے ہیں۔[32]

2۔ عدل

عادل سے مراد وہ شخص ہے جو کبائر سے اجتناب کرنے والا اور صغائر پر نہ ڈٹا رہنے والا ہو۔ اس کی نیکیوں کے مقابلے میں اس کے صغائر غالب نہ ہوں ۔[33] ان صفات کے علاوہ اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ قضاء کے عہدے پر متقی شخص جو طمع ولالچ سے محفوظ ہو، جلد بازی کرنے والا نہ ہو اور قابل اعتماد ہو، جعل سازی سے دھوکہ نہ کھانے والا ہو اور پروقار سنجیدہ شخصیت کا مالک ہو جس میں غصہ و تکبر نہ ہو، ایسا متواضع بھی نہ ہو کہ اپنے فیصلوں میں کمزور لگے۔ اللہ کی رضا کے مقابلے میں کسی کی رضا و ملامت کی پرواہ نہ کرے۔[34] اسی طرح قاضی کے عہدے پر ایسے شخص کو فائز کرنا چاہیے جو مضبوط کردار کا حامل ہو دانش مند ہو،[35] سخت دل، ضدی یا کینہ و عناد رکھنے والا نہ ہو۔[36] قاضی کے لیے ضروری ہے ہر لفظ کو تول کر ادا کرے اور صاف ستھری مہذب گفتگو کرے، فراست کی نگاہ سے دیکھے۔[37] عمر بن عبد العزیز فرماتے تھے۔ جس قاضی میں پانچ صفات ہوں وہ کامل ہے اور اگر ایک بھی صفت کم ہوئی تو ایک داغ پڑے گا۔[38] قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ تحائف اپنے عہدے کے دوران نہ لے۔[39]

3۔ عہدہ قضاء پر تقرری کے لیے چھان بین

ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک آدمی سے اس شرط پر گھوڑا خریدا کہ اگر پسند آئے گا تو رکھ لیں گے اور اس پر امتحانا سوار ہوئے گھوڑے نے چوٹ کھائی اور داغی ہو گیا انہوں نے واپس کرنا چاہا تو اس شخص نے انکار کر دیا حضرت عمر نے کہا کسی کو ثالث بنالو اس نے شریح کو قبول کیا دونوں اپنا معاملہ لیکر ان کے پاس پہنچے تو شریح نے کہا اے امیر المومنین یا تو گھوڑا خرید لیں یا جیسا تھا ویسا واپس کریں۔ حضرت عمر نے کہا کہ درست فیصلہ یہی ہے اور شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔[40] حضرت عثمان بن عفان کے دور میں حضرت عمر کا جاری کردہ عدالتی نظام رائج رہا صرف ایک تبدیلی یہ کی گئی کہ پہلے عدالت کی کارروائی مساجد میں ہوتی تھی اب ایک علیحدہ عمارت اس مقصد کے لیے بنوائی گئی جس کو "دارالقضاء" کہتے تھے۔ اور حضرت عثمان نے کچھ صوبوں کے نئے گورنر بھی مقرر کر دیے تھے لیکن حضرت عمر کے مقرر کردہ کسی قاضی کو نہ بدلا۔ حضرت عمر حضرت علی کی فراست سے متاثر تھے اور اپنے دور میں ان کو قاضی بھی مقرر کیا تھا اور فرماتے تھے حضرت علی ہم سب کی نسبت علم قضاء کے بڑے عالم ہیں تب ہی تو رسول اللہ نے ان کو خود یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔[41] حضرت علی بھی بہترین فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے ان کو فرمایا تھا آپ سات چیزوں میں دیگر لوگوں سے ممتاز ہو جس میں سے ایک یہ ہے کہ تم مقدمات کا فیصلہ کرنے میں بڑے قاضی ہو[42]

4۔ شریعہ میں قاضی کا دائرہ اختیار

جہاں تک قاضی کے دائرہ اختیار کا تعلق ہے تو اس میں اس کو پوری ریاست کا قاضی بھی بنایا جاسکتا ہے اور کسی مخصوص علاقہ کا بھی۔ لیکن یہ امر ضروری ہے کہ امیر ریاست یا متعلقہ ادارہ جب قاضی کو پروانہ قضاء جاری کرے تو اس میں باقاعدہ صراحت کر دی جائے کہ کس علاقہ کے لیے قاضی کا تقرر کیا جارہا ہے۔[43] اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں کہ کسی خاص علاقہ اور شہر کے لیے اس کو قاضی بنایا جائے یا مخصوص مقدمات کی سماعت کے لیے یا خاص وقت کے لیے۔[44] لیکن اگر اپنے خاص اوقات یا مخصوص مقدمات کے علاوہ جنکا ذکر پروانہ قضاء میں نہیں فیصلہ کرتا ہے تو وہ نافذ نہ ہو گا[45] اگر دو مختلف طبقات کے لیے دو قاضی مقرر کیے ہوئے ہوں۔ ان طبقات کے لوگوں کا تنازعہ ہو جائے تو وہ اگر ایک قاضی پر متفق ہو جائیں تو وہ قاضی ان کے مقدمہ کی سماعت کر سکے گا۔ اور اس کا دیا گیا فیصلہ فریقین پر نافذ ہو گا اگر دونوں ایک قاضی پر راضی نہ ہوں تو جو دونوں قاضی ملکر سماعت کریں اور جس فیصلہ پر متفق ہوں وہ نافذ ہو گا۔ اگر دونوں میں اختلاف ہو تو مدعی علیہ کے قاضی کا فیصلہ نافذ العمل ہو گا۔[46] جب کہ شوافع کے نزدیک تو مدعاعلیہ کا قاضی جو فیصلہ کرے گا وہ نافذ العمل ہو گا۔ قاضی کو فوج اور اس کے تنازعات کے فیصلہ کے لیے مقرر کیا جاسکتا ہے۔ اس کو "قاضی العسکر" کہتے ہیں۔ یعنی فوجی عدالت کے لیے قاضی مقرر ہونا ایک اہم مسئلہ اس حوالے سے تب پیدا ہوتا ہے جب فریقین کے الگ الگ قاضی ہوں اور وہ کسی ایک کے پاس مقدمہ لیجانے پر متفق نہ ہوں تو پھر "قاضی القضاۃ" یعنی چیف جسٹس کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اپنی عدالت میں اس مقدمہ کا فیصلہ کرے یا دونوں قاضیوں میں جس کو چاہے سماعت مقدمہ کے لیے حکم جاری کر دے۔ یعنی کسی ایک عدالت کو پوری مملکت کے مقدمات کی سماعت کے لیے اختیار دیا جاسکتا ہے۔ اور اسی طرح اختیارات کی تحدید بھی کی جاسکتی ہے۔ فقہ میں اس دائرہ اختیار کے لیے درج ذیل اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔

تحدید سلطۃ القاضی Jurisdiction of subject matter	تحدید بالمکان Territorial Jurisdiction
تحدید بالزمان Time limitation	تحدید بالاشخاص Jurisdiction of the person

معاصر قانون میں فوجداری criminal اور دیوانی civil مقدمات کے لیے الگ الگ عدالتیں مقرر ہیں اسی طرح مزدور و مالکان کے تنازعات کے تصفیہ کے لیے الگ عدالتیں labor courts کے نام سے کام کرتی ہیں۔ قاضی کے فیصلہ کو کسی دوسرے انتظامی حاکم کے پاس چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دوسرے حکام کے فیصلوں کو قاضی کی عدالت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔[47] اسی طرح تعزیرات قائم کرنا اور حدود کو قائم کرنا بھی قاضی کے دائرہ اختیار میں شامل ہیں۔

قاضی کا قانونی دائرہ اختیار Jurisdiction

جہاں تک قاضی کے قانونی دائرہ اختیار کا تعلق ہے تو ماوردی کے نزدیک قاضی کو درج ذیل اختیارات حاصل ہوتے ہیں: تنازعات کا فیصلہ کرنا، اقرار یا شہادت کے ذریعے سے ثابت حقوق لوگوں کو دلوانا، ممنوع التصرف لوگ جیسے بچہ، سفیہ، فاتر العقل اور مفلس کے مال کی حفاظت اور انکو تصرف سے روکنا، یتیموں کے مال کی حفاظت، اوقاف کی نگرانی، وصیت کا اس کی شرط کے مطابق نفاذ، بیوہ خواتین کے ان کے ولی نہ ہونے کی صورت میں نکاح

میں "کفو" کی نگرانی (امام حنیفہ کے نزدیک یہ کفو کی نگرانی والی شق قاضی کے فرائض میں شامل نہیں)، شرعی حدود کا اجراء، راستوں، مکانوں کی تعمیر اور اصطلاح کی دیکھ بھال، گواہ، امین، نائب کے حالات کی تفتیش، ٹکسال (دار الضرب) کی نگرانی، رؤیت ہلال کا انتظام، بعض قاضیوں کو جیلوں کے انتظام اور اصلاحات کا انتظام بھی سپرد کیا جاتا۔ عہد بنو عباس میں جو "صاحب الشرطۃ" تھا وہ محکمہ احتساب کی نگرانی بھی کرتا اور فوجداری مقدمات کے فیصلے اور فیصلہ شدہ تعزیرات کا نفاذ مجرموں پر کرتا تھا۔ جبکہ اندلس میں "شرطہ" کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک "الشرطۃ الکبریٰ" اور دوسرا "الشرطۃ الصغریٰ۔ "الشرطۃ الکبریٰ" کے اختیارات میں تمام سرکاری افسران ان کے عزیز واقارب اور اشرافیہ کی بدعنوانیوں اور مظالم کے خلاف کارروائی کرنا شامل تھا۔ جبکہ "الشرطۃ الصغریٰ" کے اختیارات کا تعلق عام لوگوں اور خصوصا ادنی طبقہ کے لوگوں سے تھا۔

کن صورتوں میں قاضی کا فیصلہ رد ہو سکتا ہے

مندرجہ ذیل چند صورتوں میں قاضی کا فیصلہ نہیں مانا جائے گا۔ جیسے قاضی نے اگر قرض کے مقدمہ میں سود کا فیصلہ کیا تو یہ فیصلہ رد ہو جائے گا۔ کیونکہ نص سے سود کی حرمت ثابت ہے۔[48] اسی طرح اگر قاضی کا فیصلہ جلی نص کے خلاف ہو یا قیاس کے خلاف یا قواعد شرعیہ کے خلاف یا اجماع کے خلاف ہو۔ اور اگر اپیل کرنے والا یہ دعویٰ کرے کہ قاضی، اس کے والدین یا بچوں اور اس کے مابین دشمنی ہے تو اپیلٹ عدالت اس کی سماعت کرے گی اور اگر ثابت ہو جائے کہ دشمنی ایسی ہے جسکی بنیاد پر گواہی یا فیصلہ قابل اعتماد نہیں تو عدالت اس کے دیئے گئے فیصلہ کو رد کر دے گی۔[49] اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ قضاء کی اہلیت انہی شرائط سے ثابت ہوتی ہے جن سے شہادت کی اہلیت ثابت ہوتی ہے۔ جیسے عداوت مانع ہے شہادت سے تو نفاذ قضاء سے بھی ہو گی۔[50] اور علامہ شامی نے اس پر یہ لکھا ہے کہ عداوت دنیوی ہو تو اس کی وجہ سے وہ شخص فاسق ہو گا۔ اور فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہے۔[51] لیکن یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ دو آدمیوں کے مابین ہر اختلاف عداوت نہیں بنتا۔ جبتک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس فریق کو قاضی نے کبھی قذف کیا تھا یا ایسا کوئی کام جس سے دشمنی پیدا ہو سکتی ہو۔[52]

غیر مسلموں کے باہمی تنازعہ کی صورت میں قاضی کا دائرہ اختیار

اگر غیر مسلم اپنا باہمی تنازعہ قاضی کے سامنے پیش کریں تو وہ ان کے مقدمہ کی سماعت کر کے فیصلہ دے سکتا ہے[53] اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ سنا جا سکتا ہے لیکن کیا ان کے مذہبی علماء کی رضامندی اس کے لیے ضروری ہے یا نہیں تو ایک رائے کے مطابق ضروری نہیں لیکن فقہاء مالکیہ میں ابن قاسم کے نزدیک ضروری ہے[54]۔ اگر ایک فریق مسلمان اور دوسرا غیر مسلم ہو تو اس صورت میں قاضی فیصلہ شریعت کے مطابق کرے گا، فَإِن جَآؤُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُم أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ [55] پس اگر وہ آپ کے پاس آجائیں تو ان کے مابین فیصلہ کر دیجئے یا ان سے اعراض کیجئے وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ [56] اور یہ کہ لوگوں کے مابین اللہ کے نازل کردہ حکم کے موافق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

شریعہ میں عادلانہ حق سماعت کو یقینی بنانے والے امور

عادلانہ حق سماعت کو یقینی بنانے کے لیے واضح تعلیمات دی گئی ہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے جو تعلیمات دی گئی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل نکات میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس قضاء کے باہر کسی فریق کو مقدمہ کے بارے میں بات کرنے کا موقع نہ دے۔ سوائے اس صورت کے کہ مقدمہ کے بارے میں کوئی ضروری سوال ہو۔ عام لوگوں کے پاس آنے جانے سے اجتناب کرے۔ برے لوگوں کی صحبت اور ان کو راز دار نہ بنائے۔ دین دار اور متقی لوگوں کو ساتھ رکھے یعنی ایسے لوگ جو قضاء کی مختلف ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں اس کے معاون ہوں۔[57] کسی فریق کو اپنے پاس تنہائی میں نہ آنے دے۔ کسی ایک فریق کی نہ تو دعوت کرے نہ اس کو اپنا مہمان بنائے۔[58] جب مقدمہ کی سماعت کے لیے کسی جگہ کا سفر کرنا مقصود ہو تو اپنے ساتھ اور اپنی سواری پر دوسروں کو سوار ہونے کی اجازت نہ دے ماسوائے ان لوگوں کے جن کی ضرورت ہو۔ قاضی کو کسی کے بارے میں ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہیے جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ اس کے ہاں خاص مرتبہ رکھتا ہے۔ قاضی کو ایسے لوگوں کی بات پر توجہ نہیں دینی چاہیے جو عیب جوئی کریں یا دوسروں کی شکایات پہنچائیں۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے فیصلوں، اس کے کردار و اخلاق کے بارے میں جو رائے ہو اس سے باخبر رہے۔[59] قاضی کے لیے ضروری ہے کہ اپنا عملہ و معاونین ایسے لوگوں کو مقرر کرے جو قابل اعتماد ہوں۔[60] مجلس قضاء کے لیے ضروری ہے کہ کشادہ، وسیع ہو اور آنے جانے والوں کے لیے اذن عام ہو۔ یعنی عوامی سماعت ہو اور بیٹھنے کا کمرہ روشن اور وہاں بیٹھنے سے اکتاہٹ نہ ہو۔ جگہ بھی ایسی ہو جہاں قاضی کے لیے حوائج ضروریہ کا انتظام ہو اور بارش و دھوپ سے حفاظت بھی ہو۔[61] مجلس قضاء ایسی جگہ ہو جہاں عوام کا پہنچنا مشکل نہ ہو۔[62] مقدمات کی سماعت کے لیے کسی خاص جگہ کا ہونا مناسب ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کے درمیان مشہور ہو۔ اور کسی قسم کی تہمت کی گنجائش بھی نہیں ہو گی۔ لیکن اگر کوئی مخصوص جگہ نہ ہو تو مسجد کو اس امر کے لیے استعمال کیا جائے۔ کیونکہ مسجد میں تہمت کا مسئلہ بھی نہیں پیدا ہو گا اور لوگوں کے لیے رسائی بھی آسان ہو گی۔[63] جبکہ احناف سنت رسول اور خلفاء راشدین کے عمل سے اس کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔[64] لیکن اگر قاضی اپنے مکان یا کسی اور جگہ مقدمہ کی سماعت کرتا ہے تب بھی اس کا دیا گیا فیصلہ نافذ العمل ہو گا۔[65] لیکن جہاں بھی قضاء کی مجلس ہو وہاں کسی کے آنے پر پابندی نہیں ہونی چاہیے۔[66] قاضی کے لیے مخصوص نشست اور مسند ہو اور بہتر ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھے۔ قاضی ایسا لباس زیب تن کرے جو عام طور پر قاضیوں میں مروج ہو اور عمدہ لباس ہو۔[67] جب مسند قضاء پر بیٹھ جائے تو زیادہ خاموش رہے سوال و جواب پر اکتفاء کرے اور چیخ کر بات نہ کرے لیکن۔ اگر زجر و تادیب مقصود ہو تو پھر بلند آواز میں بول سکتا ہے۔ بلا ضرورت حرکت اور اشاروں سے اجتناب کرے۔ شرطی فریقین اور گواہوں کو قاضی کے سامنے پیش کرے اور آنے والوں کو ترتیب سے جگہ پر بٹھائے۔ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ منصب قضاء کی عظمت کو ملحوظ رکھے۔ اجلاس شروع کرنے سے قبل دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔ س مسئلہ میں شوافع کے نزدیک اوقات ممنوعہ میں تحیۃ المسجد پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر سماعت مسجد میں ہو تو قاضی نفل ادا کر سکتا ہے لیکن مسجد کے علاوہ دیگر مقامات پر ممنوع اوقات میں نفل نہیں پڑھے جائیں اگر پوری طرح اطمینان و سکون نہ ہو تو مقدمہ کی سماعت اور فیصلہ نہ کرے۔ اور اگر سماعت کے دوران ایسی کوئی صورت حال آئے جس سے اضطراب پیدا ہو جائے تو سماعت کو روک دے۔[68] شریعت اسلامیہ نے

قاضی کے لیے نہ صرف جسمانی صحت بلکہ نفسیاتی طور پر بھی اس کا تندرست ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ جیسے بھوک کی حالت اور زیادہ کھانے کی صورت میں بھی مقدمہ کی سماعت نہ کرے کیونکہ یہ صورت یکسوئی کی کیفیت کے لیے مانع ہے۔[69] ذہنی و فکری اعتدال کا ہونا بھی ضروری ہے اور یہ بھی کہ اس پر نیند، اکتاہٹ و تھکان کا غلبہ نہ ہو۔[70] قاضی کے لیے ضروری ہے غیر ضروری گفتگو نہ کرے اور مجلس میں ہنسی مذاق میں مشغول نہ ہو۔ اس کے سامنے اونچی آواز میں بات نہ کی جائے۔ مجلس قضاء میں زیادہ دیر نہ بیٹھے کہ اکتا جائے۔[71] یہ افضل ہے کہ علماء اور فقہاء بھی مجلس قضاء میں موجود رہیں تا کہ بوقت ضرورت ان سے مشورہ کیا جا سکے بعض اوقات مقدمہ کا کوئی خاص پہلو قاضی سے مخفی رہ سکتا ہے یہ اہل علم اصحاب اس کو تنبیہ کر سکتے ہیں۔ اور ان کی گواہی کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے حضرت عمر کا یہی معمول تھا۔[72] اور یہ کتاب اللہ کے اس حکم کے بھی موافق ہو گا۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[73] "اور ان سے معاملہ میں مشورہ کیجئے"

اگر دوران اجلاس لوگوں کے سامنے اہل علم سے مشاورت سے قاضی کی تعظیم میں کمی کا اندیشہ ہو تو عوام کے سامنے اس سے اجتناب کرے۔ اس صورت میں وہ لوگوں کو مجلس سے اٹھا کر یا تحریری صورت میں یا ایسی زبان میں مشورہ کر سکتا ہے جس کو فریقین نہ سمجھ سکتے ہوں۔[74] قاضی کے لیے ضروری ہے کہ مقدمہ کی سماعت کے دوران پوری توجہ سے فریقین کے بیان سنے اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے جبتک اس کے لیے معاملہ واضح نہ ہو جائے تب تک کوئی فیصلہ نہ کرے۔ اگر قاضی کو محسوس ہو کہ مقدمہ میں پیچیدگیاں ہیں تو ذاتی طور پر اس مسئلہ کی تحقیق کرے اور حق تک رسائی کی کوشش کرے اگر بالفرض ہر کوشش کے باوجود وہ فیصلہ نہ کر پائے تو ضروری ہے کہ دیکھا جائے دعوی کے سمجھنے میں مشکل ہے یا شرعی حکم کی تحقیق و تطبیق میں اگر پہلی صورت ہے تو قاضی دوبارہ فریقین کو بلا کر نئے سرے سے بیان و شہادتیں سنے اور اگر دوسری صورت ہو تو قاضی کو چاہیے مقدمہ دوسرے قاضی کے پاس بھیج دے۔ اگر دونوں صورتوں میں مسئلہ حل نہ ہو یعنی دوبارہ سماعت سے بھی اشکال دفع نہ ہو سکیں یا دوسرے قاضی کے حوالے مقدمہ کو نہ کیا جا سکے تو اس صورت میں قاضی کو چاہیے کہ اگر قابل صلح مقدمہ ہو تو فریقین کے مابین صلح کروادے۔[75] کیونکہ اگر قاضی کو فریقین کے درمیان صلح کی امید ہو تو اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔[76] اور ایسا اشتباہ ہو کہ کسی یقینی نتیجہ تک رسائی مشکل ہو لیکن اگر ایک فریق کی مظلومیت اور دوسرے کا ظلم قاضی کے سامنے واضح ہو تو اس صورت میں اس کے لیے قطعی فیصلہ دینا ضروری ہے۔[77]

اگر قاضی اہل علم اصحاب کے بیٹھنے سے مرعوب ہو جائے تو انہیں مجلس قضاء میں نہ بٹھائے بلکہ اس کے اختتام پر ان سے مشورہ کر لے یا مراسلت کے ذریعے پوچھ لے۔[78] جب فریقین قاضی کے سامنے پیش ہوں تو وہ دونوں کے ساتھ مساوی سلوک کرے گفتگو میں، دیکھنے میں اس بات سے قطع نظر کہ ان کا تعلق کس مذہب سے ہے یا علم، شرافت، امارت میں وہ متفاوت ہوں[79] فریقین کا یہ حق ہے کہ ان کو بیک وقت قاضی کے روبرو پیشی کا موقع ملنا چاہیے۔[80] فریقین کے ساتھ گفتگو کا طریقہ، ملاقات کا طریقہ یکساں ہو تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ اگر بلند آواز سے گفتگو کرے گا تو جس کے لیے یہ طرز گفتگو اختیار کرے گا اسکی دل شکنی ہو گی۔[81] لیکن اگر فریقین میں سے کوئی بے ادبی کرے تو تادیبا قاضی اس کو ڈانٹ سکتا ہے۔ فریقین کی نشست میں

برابری کا فاصلہ رکھے۔ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ فریقین میں سے کسی سے ذاتی حالات یا خیر وعافیت اور مقدمہ کے علاوہ دیگر امور میں کوئی گفتگو نہ کرے۔ اسی طرح کسی فریق کو دلیل کی تلقین کرنا اور اس کے حق میں مقدمہ کو مضبوط کرنے کی کوشش قاضی کے لیے درست نہیں۔[82]

مقدمہ کی سماعت و فیصلہ میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ قاضی کو چاہیے جس کسی کی درخواست پہلے آئے۔ اور جس مقدمہ کے فریقین پہلے حاضر ہوں اس مقدمہ کی سماعت و فیصلہ کو مقدم رکھے۔ لیکن اس میں اتنی بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اگر ایک مقدمہ میں فریقین دور سے آنے والے ہوں۔ اور دوسرے میں مقامی ہوں یا کسی مقدمہ کو مؤخر کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو تب قاضی کے لیے درست ہے کہ وہ ترتیب کے خلاف بھی سماعت کر سکتا ہے۔[83] حضرت عمر نے حضرت معاویہ کے نام جو خط لکھا تھا اس میں مسافر کی رعایت کرنے کا بھی حکم دیا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی پردیسیوں کی رعایت کا حکم دیتے تھے۔[84] جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ قاضی کے لیے کسی فریق کو بطور خاص اس کے مقدمہ کی مضبوطی کے لیے تلقین دلیل کرنا ناجائز ہے۔ اس میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر فریق اصول دعویٰ سے نہ واقف ہو بیان میں غیر متعلقہ باتیں کرتا ہو لیکن بہت سی اہم وقوع پذیر باتوں کو چھوڑ دے غیر اہم سمجھتے ہوئے اور وہی دعویٰ یا رفع دعویٰ کی بنیاد ہو تو ایسے موقع پر قاضی جرح اور سوالات کے ذریعے سے ان امور کو واضح کرے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ قاضی کے فرائض میں شامل ہے۔ کیونکہ قاضی کی تقرری کا مقصد ہی عدل کا قیام اور صاحب حق تک اس کا حق پہنچانا ہے۔[85]

خلاصہ بحث

شریعہ میں نظام قضاء کے حوالے سے واضح تعلیمات موجود ہیں۔ جن میں عدل گستری سر فہرست ہے۔ اس کی بجا آوری کے لیے قاضی کی تعیناتی سے لے کر فیصلہ اور اس کے خلاف اپیل تک کے مراحل کے لیے رہنما اصول موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ملزم کو مجرم تک کے مراحل سے گزرنے کے دوران تمام حقوق مہیا کیے جائیں اور اس کو اپنے اوپر عائد کردہ الزام کے دفاع کا مکمل حق ملنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] المائدہ 48:5

Al-M āida,5:48

[2] ص 27:38

Sād,38: 27

[3] المائدہ 44:5

Al-Māida, 5: 48

[4] المائدہ 44:5

Al-Māida, 5: 48

[5] الکاسانی،علاء الدین، اَبو بکر بن مسعود،، **بدائع الصنائع**،دار الکتب العلمیة،2003۔ج9ص478۔

Al-Kāsani, Alāuddin, Abu Bakr Ibn Mas ‘ud, *Badaius-sanaee*, (Darul kutub al ilmia) 9:478

[6] الطرابلسی، علی بن خلیل، **معین الحکام فمایتردد بین الخصمین من الاحکام**، مصر: المطبعتة المیریة،1300۔ ص7۔

Al-Tarablasi, Ali ibn Khalil, *Moin al-Hukam*, (Egypt, Al Matbatul-Meeria) 7: 1300

[7] الماوردی،ابوالحسن، علی بن محمد بن حبیب، **ادب القاضی**،احیاء التراث الاسلامی۔ج1ص117۔

Al-Mawardi, Abu al-Hasan, Ali ibn Muhammad ibn Habib, *Adab ul-Qazi*,(ihya-ul-turas-al-Islami). 1:117

[8] المائدہ44:5

Al-Māida, 5:44

[9] النساء105:4

Al-Nissa, 4:105

[10] الانعام153:6

Al-Anām, 6: 153

[11] بقرہ2،282

Al-Baqara,2: 282

[12] **حجرات**49:9

Al-Hujurāt,49: 9

[13] النساء59 :4

Al-Nissa, 4:59

[14] المائدہ45:5

Al-Māida, 5:45

[15] النحل90:6

Al-Nhal, 16:90

[16] النساء03:4

Al-Nissa,4:03

[17] الانعام153:6

Al-Anaam, 6: 153

[18] البقرہ282:2

Al-Baqara,2: 282

[19] **الحجرات**9:49

Al-Hujurat,49:9

[20] الجوزیة،ابن قیم، **زاد المیعاد فی هدی خیر العباد**، مؤسسة الرسالة، ج3ص199-224۔

Al-Jawziyyah, Ibn Qayyim, *Zaad Al-Ma’ ad Fi Huda Khair Al-Ibad,* (muass-sisatul –risalah) 199: 224

[21] ابن همام، **تحریر الاصول**، ص116۔

Ibn Hummam, *Tahrir ul-Usool*,116

[22]الکاسانی، **بدائع الصنائع**،ج9ص478۔

Al-Kāsani, *Badaius-sanaee*, 9:478

[23]ابن عابدین، زین الدین ابن نجیم، **البحر الرائق**، دار الکتب العلمیۃ، 1997۔ ص276۔

Ibn-e-aabdain, *al-bahr-rul-rāiq*, (darul-kutub-al-ilmia,1997),276

[24] طرابلسی، **معین الحکام**، ص7۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*,7

[25] القرافی، احمد بن ادریس بن عبد الرحمن، **الاحکام فی تمییز الفتاوی عن الاحکام وتصرفات القاضی**، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ، 1995–

Al-Qarāfi, Ahmad ibn Idris ibn Abd al-Rahman, *Al-ahkām fi tamyeez il-Fatawa*, (Matbatul-matbuaat-il-Islamia,1995)

[26] کاسانی، **بدائع الصنائع**، ج9ص4079

Al-Kāsani, *Badaius-sanaee*, 9: 4079

[27] البخاری، محمد بن إسماعیل بن إبراهیم بن المغیرة، **الجامع الصحیح**، القاهرة: دار الشعب، 1987۔ ج9ص80۔

Al-Bukhāri, Muhammad Ibn Ismail Ibn Ibrahim Ibn Al-Mugheerah, *Al-Jami 'Al-Sahih*, (Cairo: Darul-Shab ,1987)9;80

[28] السجستاني، أبو داود سلیمان بن الأشعث، **سنن أبي داود**، بیروت: دار الکتاب العربي، ج3ص323۔

Al-Sajistani, Abu Dawood Suleiman bin Al-Ash'ath, *Sunnan Abi Dawood*, (Beirut: Darul-Kutub Al Arabi) 3:323

[29] الماوردی، **ادب القاضی**، ج1ص175، 176۔

Al-Māwardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi*,***1: 175-176***

[30] الکاسانی، **بدائع الصنائع**، ج9ص4079، 4080۔

Al-Kāsani, *Badaius-sanaee*, 9: 4079,4080

[31] ابو الولید ابراہیم، **لسان الاحکام فی معرفۃ الاحکام**، ص3۔

Abu-Waleed Ibrahim, *Lisan-ul- Ahkam*,3

[32] الطرابلسی، **معین الحکام**، ج15۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*,15

[33]الحصکفی، الدر المختار، ج4ص523۔

Al- Haskafi, *Al-Durrul-Mukhtar*,4:523

[34] الکاسانی، **بدائع الصنائع**، ج9ص4080

Al-Kāsani, *Badaius-sanaee*,9:4080

[35] الحصکفی، **الدر المختار**، ج4ص423۔

Al- Haskafi, *Al-Durrul-Mukhtar*,4:423

[36]الحصکفي، **الدر المختار**، 4/426

Al- Haskafi, *Al-Durrul-Mukhtar*,4: 42

[37] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص17۔

Tarablasi, Mueen-ul-Hukam,17

[38] ۔السرخسی،**المبسوط**،ج16ص71۔

Al Surakhsi, al-Mabsoot, 6:71

[40] العمری،اکرم ضیاء **عصر الخلافة الراشدہ**، مکتبۃ العبیکان، ص162

Al-amri, *asr-ul-khilafa,* (Maktabul-ubaikaan), 162

[41] السیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن، **تاریخ الخلفاء، بیروت**: دار ابن حزم، 2003ء۔ ص137۔

Al- Suyuti, *Tareekhul-Khulafā, (*Beirut: Dar ibn-hazam,2003),137

[42] الھندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، **کنز العمال فی تبیین الاقوال والافعال**، مؤسسۃ الرسالۃ، ج5ص34۔

Al Hindi, Alauddin,kanzul ummāl,(muassistul-risala), 5: 34

[43] الماوردی، **ادب القاضی**، ج1ص154،155۔

Al-Mawardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi,* 154-155

[44] الماوردی، **ادب القاضی** ص156۔

Al-Mawardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi,* 156

[45] ابن عابدین، زین الدین ابن نجیم، **البحر الرائق**، دار الکتب العلمیۃ، ج6ص282۔

Ibn-Aābdain, *Al- Bahrul-Rāiq*, Draul- kutub-al ilmia, 6: 282

[46] الماوردی، **ادب القاضی**، ج1ص159۔156۔

Al-Māwardi, Abu al-Hasan**,** *Adab-ul-Qazi,* 156-159

[47] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص40

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam,*40

[48] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص32۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam,* 32

[49] االطرابلسی، **معین الحکام**، ص34

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam,* 34

[50] الحصکفی، **الدر المختار**، ج4ص416۔

Al- Haskafi, *Al-Durrul-Mukhtar*, 4:416

[51] ابن عابدین، محمد اَمین بن عمر، **رد المحتار** علی "الدر المختار، ج4ص417۔

Ibn-e-Aābdain, *Radul-Mukhtar*,4:417

[52] الحصکفی، **الدر المختار**، ج4ص418

Al- Haskafi, *Al-Durrul-Mukhtar,*4: 418

[53] ابن فرحون، ابراھیم بن علی بن محمد، **تبصرہ الحکام فی اصول الاقضیۃ و مناہج الاحکام**، ج1ص85۔

Ibn-firhon,Ibraim bin Ali, *Tabsira-tul-Hukam fi Usool-lil-Aqzia,*1:85

[54] ابن فرحون، **تبصرۃ الحکام**، ج4ص85۔

Ibn-firhon,Ibraim bin Ali, *Tabsira-tul-Hukam fi Usool-lil-Aqzia,*4:85

[55] المائدہ42:5

Al-Māida,5:42

[56] المائدہ49:5

Al-Māida 5:49

[57] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص18۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*,18

[58] السرخسی، **المبسوط**، ص76۔

Al-Surakhsi, *Al- Mabsoo*t,76

[59] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص19۔20۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*,19-20

[60] الماوردی، **ادب القاضی**، ج1ص196۔

Al-Māwardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi*,1:196

[61] االماوردی، **دب القاضی**، ج1ص196،209،210۔

Al-Māwardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi*,1:196,209,210

[62] الکاسانی، **بدائع الصنائع**، ج9ص4103

Al-Kāsani, *Badaius-sanaee*,9: 4103

[63] الکاسانی **بدائع الصنائع**، ج9ص4103۔

Al-Kāsani, *Badaius-sanaee*, 9:4103

[64] الماوردی، **ادب القاضی**، ج1ص204،209۔

Al-Māwardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi*,1: 204-209

[65] السرخسی، **المبسوط**، ج16ص82۔

Al-Surakhsi, *Al- Mabsoo*t,16:82

[66] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص20۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*,20

[67] الماوردی، **ادب القاضی**، ج2ص242،243۔

Al-Māwardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi, 2:242,243*

[68] الطرابلسی، معین الحکام، ص20۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*,9:4094

[69] الماوردی، **ادب القاضی**، ج1ص214

Al-Māwardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi*, ***1:214***

[70] الطرابلسی،، **معین الحکام**، ص20

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*, 20

[71] الطرابلسی، **معین الاحکام**، ص21۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*,21

[72] السرخسی، **المبسوط**،۔ج16ص89۔71۔

Al-Surakhsi, *Al- Mabsoo*t,16:71-89

[73] آل عمران3: 159

Aāl-e-Imran 3:159

[74] الکاسانی، **بدائع الصنائع**، ج9ص4100

Al-Kāsani, *Badaius-sanaee*, 9:4100

[75] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص21۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*, 21

[76] الحصکفی، **درالمختار**۔ج4ص478۔

Al- Haskafi, *Al-Durrul-Mukhtar*, 4:47

[77] ۔الطرابلسی، **معین الحکام**، ص21۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*, 21

[78] الکاسانی، **بدائع الصنائع**، ج9ص4100

Al-Kāsani, *Badaius-sanaee*, 9:4100

[79] الماوردی، **ادب القاضی**، ج2ص249

Al-Māwardi, Abu al-Hasan, *Adab-ul-Qazi*, 2:249

[80] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص32۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*, 32

[81] السرخسی، **المبسوط**، ج16ص76،77۔

Al-Surakhsi, *Al Mabsoot*, 16: 76-77

[82] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص22۔23

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*, 22-23

[83] الطرابلسی، **معین الحکام**، ص23۔

Tarablasi, *Mueen-ul-Hukam*, 2***3***

[84] السرخسی، **المبسوط**، ج1ص66۔

Al- Surakhsi, *Al Mabsoot*, 1: 66

[8585] السرخسی، **المبسوط**، ج16ص77۔

Al- Surakhsi, *Al Mabsoot*, 1: 66